شمارہ نمبر-32
اپریل - جون 2010

قانون سازی پر نظر

عورت پبلیکیشن
اینڈ انفارمیشن
سروس فاؤنڈیشن

بانی ادارت: شہلا ضیاء
سرپرست اعلیٰ: نگار احمد

اقوام متحدہ نسواں کا قیام

اقوام متحدہ: اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 2 جولائی 2010 بروز جمعہ متفقہ ووٹ کے ذریعے اقوام متحدہ کے چار اداروں کے ادغام سے ایک نیا ادارہ تشکیل دیا جو صنفی برابری اور عورتوں کے اختیار پر توجہ دے گا۔

اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری بان کی۔مون نے اقوام متحدہ کا نیا 'ادارہ برائے صنفی برابری و اختیارِ خواتین'، جسے 'اقوام متحدہ نسواں' کا نام دیا گیا، کے حوالے سے قرارداد منظور ہونے کے بعد کہا کہ ''عورتوں کے حقوق کیلئے اقوام متحدہ کا ایک نیا ادارہ وجود میں آیا ہے۔ یہ دن بین الاقوامی اہمیت کا حامل ہے''۔

نئے ادارے کا قیام دراصل اقوام متحدہ کے چار اداروں جن میں اقوام متحدہ کا فنڈ برائے ترقی خواتین (UNIFEM)، ادارہ برائے ترقی خواتین (DAW)، صنفی معاملات پر مبنی خصوصی مشیر کا دفتر (OSAGI) اور بین الاقوامی تحقیقی و تربیتی ادارہ برائے ترقی خواتین (INSTRAW) شامل ہیں۔

نئے ادارے کی سربراہ کا عہدہ 'انڈر۔سیکرٹری جنرل' ہوگا۔

بان کی۔مون نے کہا کہ ''عورتوں کے لیے مخصوص چار اداروں کے ادغام سے، رکن ممالک نے عالمی سطح پر عورتوں کے حقوق اور صنفی برابری کیلئے بھرپور آواز اُٹھائی ہے۔ اس اقدام سے دنیا کیلئے عورتوں اور لڑکیوں کو درپیش مسائل کو نظر انداز کرنا اور اس کیلئے واضح اقدام سے پہلوتہی کرنا مشکل ہو جائے گا''۔ اقوام متحدہ نسواں کئی سالوں کی گفت وشنید اور عورتوں کی عالمی تحریکوں کا نتیجہ ہے۔ یہ ادارہ اگلی جنوری سے کام شروع کرے گا، اور یہ عورتوں کے حقوق کے لئے تمام دنیا کی کوششوں کو آگے لیکر چلے گا۔ اسکا سالانہ بجٹ کم از کم US$500 ملین ہوگا جو کہ ادغام شدہ چار اداروں کے سالانہ بجٹ سے دوگنا ہے۔

مبارک ہو!

عورت فاونڈیشن پاکستان میں GEAR کے تمام کارکنوں کو مبارکباد پیش کرتی ہے، جنکے تعاون سے یہ تحریک چلی اور آخرکار 2 جولائی 2010ء کو کامیاب ہوئی۔ یہ مبارکباد ان تمام سرگرم عورتوں کیلئے ہے جو انصاف اور برابری کیلئے سرگرداں ہیں۔ خواتین کے حقوق کی تنظمیں، سول سوسائٹی تنظیمیں، میڈیا، سرکاری افسران اور امدادی ادارے اور خاص کر روزن کی ماریہ رشید اور شبانہ عارف جنہوں نے اس تحریک کو موثر طریقے سے چلایا، طاہرہ عبداللہ جنہوں نے اپنی فکر اور توانائی سے اس تحریک کو جلا بخشی، اور UNIFEM کی ایلس شیکلفورڈ جو اس تحریک کی کامیابی کیلئے پرعزم رہیں اور اسکو آخری منزل تک پہنچایا۔

''اقوام متحدہ نسواں'' مبارک ہو —— ایڈیٹوریل بورڈ

بان کی۔مون کے مطابق بہت سی ریاستیں معاشی انحطاط کی وجہ سے مسائل سے دوچار ہیں۔لیکن انہوں نے توقع ظاہر کی کہ یہ نیا ادارہ بڑی معاشی امداد حاصل کرے گا۔

ڈپٹی جنرل سیکرٹری آشا روز میگیو رو نے رپورٹرز کو بتایا کہ آج کا اقدام اقوام متحدہ کے ادارے کو مضبوط کرنے سے بڑھ کر کردار ادا کریگا اور اقوام متحدہ کی طاقت میں اضافہ کرے گا۔

میگیو رو نے کہا کہ جب اقوام متحدہ نے عورتوں کیلئے بے پناہ کام کیا تو اسے کافی چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا جیسا کہ ناہموار فنڈز۔ اقوام متحدہ نسواں کا ایک بڑا مقصد کمیشن برائے مقام خواتین (CSW) اور دوسری بین الحکومتی صنفی تنظیموں کے ساتھ پالیسی کی تشکیل کیلئے تعاون کرنا ہے۔ اس کا ایک مقصد رکن ریاستوں کو نئے معیارات کی تشکیل میں مدد فراہم کرنا اور ایسے ممالک کو تکنیکی اور مالی مدد مہیا کرنا جو اس کے لیے درخواست دیں، اور سول سوسائٹی کے ساتھ تعلقات کو فروغ دینا ہوگا۔

سماجی، سیاسی چیلنجز اور عورتوں کو درپیش بندشیں

تحریر: نعیم مرزا

خواتین اور حقوق نسواں کے لئے کام کرنے والے گروپوں کیلئے سماجی و سیاسی تناظر میں سب سے بڑا چیلنج، خواتین اور اقلیتوں کے خلاف امتیازی قوانین کی منسوخی یا ان میں بہتری لانا اور 'رواجی رسوم' سے مقابلہ رہا ہے۔ مفادات کا ٹکراؤ اور اختیارات کی جنگ یہاں اہم ترین نوعیت کے حامل محرکات ہیں۔ کٹر مذہبی عناصر نے مذہب کے نام پر مخصوص مفادات تراش لئے ہیں اور طاقت کے مقامی ڈھانچے حالات کو جوں کا توں رکھنے خصوصاً 'صنفی ٹھہراؤ کو' برقرار رکھنے کیلئے ثقافت کو بطور ڈھال استعمال کرتے ہیں۔

'کٹر مذہبی اور بندشی تشریحات' وہ میدان ہے جہاں اس کے پرچارک اور مقلدین مذہب کی آڑ لیتے ہیں اور خواتین کیلئے برابر حقوق کی بات کرنے والوں کو ان تشریحات کے ہتھیاروں سے حملے کا نشانہ بناتے ہیں۔ زیادہ تر معاملات میں یہ لوگ روائتی مدارس اور قدامت پرست مذہبی سیاسی جماعتوں کے رہنما ہوتے ہیں۔ مذہب کی کٹر اور بندشی تشریح خواتین کی ماتحت حیثیت بڑھانے، انہیں علیحدہ اور محروم رکھنے پر مائل ہونے اور معاشرے میں عدم برداشت، قطعیت اور انتہا پسندی کو فروغ دیتی ہے۔ مذہب کی چند بندشی تشریحات میں؛ 'خواتین کا مقام گھر ہے؛ 'مرد مالک ہے؛ خواتین کی گواہی آدھی اور بعض معاملات میں کلی ناقابل قبول ہے؛ نقاب لازمی ہے؛ کثرت ازدواج کی مذہب اجازت دیتا ہے؛ اور فوٹو گرافی، مجسمہ سازی، موسیقی، ڈانس اور مخلوط تعلیم حرام ہیں وغیرہ شامل ہیں۔

خواتین اور اقلیتوں کے خلاف امتیازی قوانین، بنیادی طور پر صنف اور مذہب کے جواز پر خواتین اور اقلیتوں سے امتیاز کرتے ہیں اور مردوں اور خواتین اور مختلف عقائد کے مابین فاصلے کی خلیج کو وسیع کرتے ہیں۔ ان قوانین میں: حدود آرڈیننس 1979؛ پی پی سی میں قصاص اور دیت کی دفعات؛ شہریت ایکٹ 1951؛ قانون شہادت 1984 اور مذہبی اہانت کا قانون 1980 شامل ہیں۔

رواجی رسومات ایک قلعہ کی مانند ہیں جہاں قبائلی اور جاگیردارانہ مفادات کی نمائندگی کرتے وقت طاقت کے مقامی ڈھانچے 'مقامی روایات اور ثقافت' میں پناہ لئے ہوئے ہیں۔ اکثر معاملات میں یہ لوگ مقامی 'پنچائتوں'، 'جرگوں' کے رہنما اور جاگیردارانہ یا قبائلی سردار ہوتے ہیں۔ یہ لوگ مقامی مذہبی پیشوا اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکاروں کو اپنے ساتھ شامل رکھتے ہوئے کام کرتے ہیں۔ یہ 'صنفی ٹھہراؤ' مثلاً مرد کے غلبے کے حامل سماجی نظام اور پدرسری کی نمائندگی کرتے ہیں۔ خواتین کے خلاف رواجی رسومات جو خواتین کے خلاف بدترین تشدد کی بعض صورتوں اور معاشرے میں ان کی بے توقیری اور ہتک کا باعث بنتی ہیں ان میں: کاروکاری وغیرت کے نام پر قتل؛ ونی رسوارا؛ جھگڑے طے کرنے کیلئے خواتین رلڑکیوں کی حوالگی؛ وٹہ سٹہ؛ سسرالی رشتہ داروں میں بدلے کی شادیاں؛ جبری شادیاں؛ وراثت نہ دینا؛ جہیز؛ بچوں کی شادیاں؛ 'قرآن' سے شادی وغیرہ شامل ہیں۔

مذہب کی بندشی اور تنگ نظر تشریحات اور ضرر رساں رواجی رسومات کا بنیادی ہدف خواتین اور حقوق نسواں کے معاملات کے علاوہ دوسرے محروم طبقات بشمول مذہبی اقلیتیں ہوتے ہیں۔ سماجی ترقی کے تناظر میں یہ ایک کٹھن 'سیاسی اور نظریاتی جنگ' رہی ہے۔

خواتین کی سیاسی شرکت کے میدان میں وکالت اور اثر پذیری نسبتاً آسان رہی ہے اور حائل رکاوٹوں پر مذہبی دلائل میں پڑے بغیر قابو پالیا گیا۔ ابتداء میں مخالفت کڑی اور معاندانہ رہی تاہم جلد ہی یہ زمین بوس ہونے لگی۔ مثال کے طور پر 1-2000 کے مقامی حکومت کے انتخابات میں خواتین کی شمولیت کی مذہبی بنیادوں پر مخالفت زیادہ تھی جیسا کہ سیاست خواتین کیلئے 'گناہ' ہے، یہ 'شریعت' کے خلاف ہے۔ صوبہ سرحد کے بعض علاقوں میں صورت حال اس قدر معاندانہ تھی کہ خواتین ووٹروں اور امیدواروں پر حملے کے علاوہ مرد امیدواروں کے درمیان معاہدے کئے جاتے رہے کہ عورتیں انتخابات میں حصہ ہی نہیں لیں گی، اور فتوےٰ جاری کئے گئے کہ عورتوں کا انتخابات میں حصہ لینا خلاف اسلام ہے۔

2005 کے مقامی حکومت کے انتخابات میں البتہ مزاحمت زیادہ تر ثقافتی بنیادوں پر تھی کہ 'یہ ہمارے رواج کے خلاف ہے' اور 'ہماری ثقافت اس کی اجازت نہیں دیتی' البتہ یہ مزاحمت این ڈبلیو ایف پی کے چند مقامات کے سوا کہیں سرگرم نہیں تھی۔ بلوچستان اور ملک کے چند دیگر مقامات پر خواتین کی سیاست میں شرکت کی مخالفت اور ابتداء میں مثلاً 2000 کے بعد سے سماجی اور ثقافتی بنیادوں پر کی گئی البتہ اس میں کمی واقع ہو رہی ہے۔

مردانہ سیاسی حلقوں کی جانب سے ایک اور دلیل پیش کی گئی جو زیادہ تر سماجی اور پدرسری نوعیت کی تھی۔ کہ ''عوامی نمائندے کے طور پر آگے آنے کیلئے خواتین موجود ہی نہیں''، یہ دلیل بھی جلد زمین بوس ہونے لگی کیونکہ خواتین کیلئے کوٹہ مختص کر دیا گیا تھا اور یہاں تک کہ ایم ایم اے (چھ مذہبی جماعتوں کا اتحاد) مخصوص نشستوں پر اپنی خواتین کو اسمبلیوں میں لے کر آ گیا۔

خواتین کی سیاسی شرکت کیلئے وکالت اور سماجی بیداری، حقوق کی بنیاد پر استوار طرز

بقیہ اگلے صفحے پر

سول سوسائٹی نے 'اقوام متحدہ نسواں' کے قیام پر خوشی کا اظہار کیا

صنفی برابری تعمیری اصلاحی (GEAR) مہم تمام دنیا میں اقوام متحدہ کی اس قرارداد کا جشن منا رہی ہے، جس پر 30 جون کو اتفاق کیا گیا اور جنرل اسمبلی نے دو جولائی کو اس کی منظوری دی، جس کے نتیجے میں اقوام متحدہ کے اندر صنفی برابری کیلئے ایک نئے ادارے 'اقوام متحدہ نسواں' کا قیام عمل میں آیا۔ اس کی ضرورت عورتوں کی تنظیمیں اور سول سوسائٹی اس وقت سے محسوس کر رہی تھیں جب اقوام متحدہ نے 2006 میں System-Wide Coherence Penal for UN Reforms قائم کیا۔

چارلوٹی بنچ، جو GEAR مہم کی بانی رکن بھی ہیں، نے کہا ''ہم اس ایجنسی سے بڑی توقعات رکھتے ہیں جو دنیا میں عورتوں کے انسانی حقوق کو غربت کے خاتمے اور جمہوریت اور امن کے قیام کیلئے عالمی پالیسیوں کا حصہ بنانے میں اہم کردار ادا کرے گی۔

خواتین کے اتحادی گروپ اور معاشی انصاف، انسانی حقوق اور ترقی کی دوسری تنظیمیں جنہوں نے اس ادارے کے قیام میں بہت اہم کردار ادا کیا، اب اس ادارے کی کامیابی کیلئے ضروری سرمائے کی فراہمی کو ممکن بنانے میں اہم کردار ادا کرینگی''۔

اس قرارداد میں وہ پیراگراف خصوصی اہمیت کے حامل ہیں جن میں سول سوسائٹی کی شمولیت کو اس نئے ادارے کیلئے لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اس ادارے کے لیے ملکی سطح پر صنفی برابری اور عورتوں کی مختیاری کے حوالے سے سرگرم عورتوں کی تنظیموں اور سول سوسائٹی کی موثر نمائندگی کیلئے اپنی عملی موجودگی کو لازمی بنانا ضروری ہے۔

GEAR مہم کے عالمی، علاقائی اور قومی نیٹ ورک اقوام متحدہ کے نمائندوں سے ہر سطح پر رابطے کرینگے تاکہ عبوری عمل اور نئی انڈر۔سیکرٹری جنرل کے ساتھ کام کریں اور ان کیلئے اپنی ماہرانہ صلاحیتوں اور تعاون کو یقینی بنائیں۔

فلپائن کی پیٹریشیا لیکوانن، جو ایشیاء میں GEAR مہم کی مرکزی ممبر ہیں اور بیجنگ میں ہونیوالی عورتوں کی چوتھی کانفرنس کے موقع پر 'کمیشن برائے مقام خواتین' کی سربراہ تھیں، کہتی ہیں ''صنفی برابری کا یہ نیا ادارہ بیجنگ میں کئے گئے وعدوں کی تکمیل کیلئے مدد کرے گا۔ اقوام متحدہ کے اس واحد ادارے کے ساتھ کام کرنے کے حوالے سے ہم امید رکھتے ہیں کہ اقوام متحدہ نسواں ملکی سطح کے پروگراموں میں صنفی برابری کو یقینی بنائے گا''۔

اس نئے پروگرام کے وجود میں آنے سے GEAR مہم کے حامی ان چار بڑے عناصر کو نگاہ میں رکھیں گے۔ جو اس مہم کے اطلاق کیلئے نہایت ضروری ہیں:

(1) بامعنی، باقاعدہ اور متنوع سول سوسائٹی کی ہر سطح پر شمولیت

(2) ملکی سطح پر مضبوط عملی صلاحیت اور کائناتی ترسیل

(3) فراخ دلانہ فنڈز کے مستحکم اور قابل تصور ذرائع جو چند سالوں کے اندر 1 ارب ڈالر تک پہنچ جائیں

(4) انڈر۔سیکرٹری جنرل کے ساتھ بالائی سطح پر مضبوط قائدانہ صلاحیت جو عالمی بصارت کو صنفی برابری کی ماہرانہ صلاحیتوں کے ساتھ اکٹھا کر سکے۔

''ہم جانتے ہیں کہ یہ صرف شروعات ہیں'' وومن انوائرنمنٹ اینڈ ڈویلپمنٹ آرگنائزیشن (WEDO) کی رچل حارث (Rachel Harris) نے کہا۔ ''ہمیں اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ ہم ایک ایسی اقوام متحدہ قائم کر رہے ہیں جو حقیقی معنوں میں تمام عورتوں کے لیے کام کرے گا''۔

پس منظر

GEAR مہم خواتین، انسانی حقوق اور سماجی انصاف کیلئے کام کرنے والی 300 سے زیادہ تنظیموں کا ایک ایسا نیٹ ورک ہے جو 4 سالوں سے اس کوشش میں تھا کہ اقوام متحدہ کی ممبر ریاستوں اور اقوام متحدہ کے سیکریٹریٹ سے ایک بڑے اور مربوط ادارے کے قیام کی منظوری لے کہ جو اقوام متحدہ کے صنفی برابری کے ایجنڈے کو ترقی، انسانی حقوق، انسانی تشویش امن اور تحفظ کے حصول کا لازمی جزو بنا سکے۔

صنفی برابری کا نیا ادارہ Gender) (Equality Entity، جس کی سربراہ انڈر۔سیکرٹری جنرل ہوگی، اقوام متحدہ کے پہلے سے موجود چار اداروں کے ادغام سے بنا ہے جو ملکی سطح پر اپنی عملیاتی حیثیت کو بڑھائے گی اور عورتوں کی ترقی اور اختیار میں اضافے کے لیے ضروری فنڈز کو یقینی بنائے گا۔ اس وقت عورتوں کے حقوق کے لیے اقوام متحدہ نے اپنے چار اداروں کو وقف کیا ہوا ہے جو آپس میں ضم ہو کر عورتوں کے حقوق کیلئے اس نئے ادارے کو وجود میں لائیں گے۔ ان چار دفاتر کے نام کچھ اس طرح ہیں:

اقوام متحدہ کا فنڈ برائے ترقی خواتین (UNIFEM)، خواتین کی ترقی کی تقسیم (DAW)، صنفی معاملات پر مبنی خصوصی مشیر کا دفتر (OSAGI) اور بین الاقوامی تحقیقی وتربیتی ادارہ برائے ترقی خواتین (INSTRAW) شامل ہیں۔

اقوام متحدہ کے چار اداروں نے اپنے ادغام کو خوش آئیند قرار دیا

عورتوں کیلئے کام کرنے والے اقوام متحدہ کے چار ادارے، UNIFEM اور DAW,INSTRAW, OSAGI نے جنرل اسمبلی کی طرف سے 'اقوام متحدہ ادارہ برائے صنفی برابری اور اختیار خواتین' جسے 'اقوام متحدہ نسواں' کا نام دیا گیا، کے قیام پر اپنے مشترکہ بیان میں اسے ایک تاریخی فیصلہ قرار دیا۔ یہ ادارے اب اس نئے ادارے میں ضم ہو گئے ہیں۔

ان کا مشترکہ بیان مندرجہ ذیل ہے:

ہم بڑے پُرجوش طریقے سے متفقہ طور پر جنرل اسمبلی کی طرف سے 'اقوام متحدہ ادارہ برائے صنفی برابری اور اختیار خواتین' جسے 'اقوام متحدہ نسواں' کا نام دیا گیا، کی تشکیل کے فیصلے کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اقوام متحدہ نسواں دنیا کی خواتین اور لڑکیوں کو عالمی، علاقائی اور مقامی سطح پر اپنے حقوق کیلئے آواز بلند کرنے کے موقعے فراہم کرے گا۔

اس کا قیام اقوام متحدہ کی اہلیت کو بھی بڑھائے گا تاکہ دوسری رکن ریاستوں کے ساتھ مل کر 'صنفی برابری اور اختیار خواتین' کے حصول، عورتوں کے خلاف امتیازی سلوک کے خاتمے اور خواتین کے لیے ترقیاتی مواقع بڑھانے جیسے مقاصد پر کام کیا جائے۔

اقوام متحدہ نسواں اقوام متحدہ کے نظام کیساتھ کام کرے گی، اور سول سوسائٹی اور خواتین کی تنظیموں کے ساتھ موثر شراکت داری قائم کرے گی۔

ہم سب اکٹھے 'اقوام متحدہ نسواں' کے مقاصد اور فرائض پر عمل کرنے کا عزم، نئے آنے والے چیلنجز کا مقابلہ کرنے اور تمام دنیا کی لڑکیوں اور خواتین کے حقوق اور توقعات پر پورا اترنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

ہم پُرامید ہیں کہ دوسری رکن ریاستیں اقوام متحدہ نسواں کے مقاصد کو پورا کرنے کیلئے موثر ذرائع مہیا کریں گی۔

ہم انڈر۔سیکرٹری جنرل کی تقرری کے منتظر ہیں تاکہ وہ اقوام متحدہ نسواں کی قیادت سنبھالیں اور انکے کام کو آگے بڑھائیں۔

سماجی، سیاسی چیلنجز اور عورتوں کو درپیش بندشیں

بقیہ صفحہ 1سے

فکر کے ذریعے عمل میں لائی گئی مثلاً ووٹ ڈالنا اور انتخاب لڑنا خواتین کا بنیادی حق ہے اور یہ کہ دستور اس کی ضمانت دیتا ہے وغیرہ۔ مخالفین کے پاس اس کے دفاع میں کوئی قابل ذکر دلیل نہ تھی۔ مقامی اور برادری کی سطح پر وکالت آسان رہی کیونکہ برادری کے لوگوں میں مفادات کا ٹکراؤ کم سے کم تھا، لیکن بڑی سطح پر فیصلہ سازی کے حوالے سے مخالفت زیادہ سخت تھی کیونکہ مردوں پر مشتمل سیاسی لڑائی اپنے خصوصی دائرہ اختیار میں خواتین کے داخل ہونے پر زیادہ متفکر اور خوفزدہ ہونے لگی۔

2002 اور 2008 کے عام انتخابات میں خواتین کی شرکت کے معاملہ پر نقل وحمل اور وسائل جیسی زیادہ بڑی سماجی مجبوریاں حائل دکھائی دیں۔ اونچے طبقات میں خواندگی کی شرح خواتین کیلئے سودمند رہی کیونکہ کئی مثالیں موجود ہیں جب روائتی سیاسی خاندانوں نے کوئی مرد گریجویٹ نہ ہونے پر اپنے خاندان کی گریجویٹ خواتین کو امیدوار بنایا۔

خواتین کی سیاسی شرکت کیلئے کمیونٹی کی سطح پر شہریوں کی وسیع بنیادوں کی حامل مہم میں نسبتاً زیادہ تعداد میں مرد سماجی کارکنوں کی شمولیت سے بھی عوامی دھارے سے خواتین کو باہر رکھنے جیسے سماجی مسائل پر قابو پانے میں مدد ملی۔ 'مسئلے کا حل، مسئلے کے ذریعے' کی یہ حکمت عملی کافی کامیاب رہی اور حقوق نسواں کے مسائل کی مردوں کی جانب سے بلند تر قبولیت پر منتج ہوئی۔

'خواتین کی معاشی شرکت' کے میدان میں 'معاشی دلیل' زیادہ معاون اور متاثر کن رہی بنسبت اس کے جتنی 'سیاسی اور مذہبی دلیل' ہوسکتی تھی۔ لوگ 'صنفی بحث' کیلئے اس وقت زیادہ آمادہ گفتگو دکھائی دیئے جب انہوں نے خواتین کو خاندان کی آمدنی میں حقیقی حصہ ڈالنے والوں کے طور پر دیکھا۔ خواتین کی سیاست اور ملازمتوں میں آنے سے وابستہ 'خوشحالی' کی قدر، نقل وحمل یہاں تک کہ 'پردہ' کی سماجی بندشوں کو توڑنے میں مددگار رہی۔

امتیازی قوانین منسوخ کرنے کی وکالت گو ابتدائی طور پر انسانی حقوق کے تناظر سے بنیادی حقوق کے مقدمہ کے ضمن میں شروع ہوئی، تاہم آخرکار اسے مذہبی دلیل کے ذریعے لڑنا پڑا کیونکہ ان متنازعہ قوانین میں سے اکثر اسلام کے نام پر بنائے گئے تھے اور ان کا اسلامی اصولوں کے مطابق ہونا بتایا جاتا تھا۔

چونکہ ان قوانین کو بنائے جانے میں مصلحت کی سیاست اہم عنصر تھا اور بعض مذہبی عناصر/جماعتوں نے ابتدا ہی سے اپنی سیاست ان قوانین کو اپنانے سے وابستہ کر لی تھی، اس لئے انہوں نے ان قوانین کے دفاع کو ہمیشہ اپنے لئے مرکزی میدان کارزار خیال کیا۔ تحفظ نسواں بل 2006ء اور گھریلو تشدد کے بل پر سیاسی تقسیم اس صورتحال کی عکاسی کرتی ہے۔

جاگیردانہ حلقۂ اثر کی حامل مرکزی دھارے کی سیاسی جماعتوں میں پدرسری کی حامل گہری ذہنیت کی موجودگی اور افسر شاہی میں صنفی حساسیت کا فقدان، خواتین کے حق میں قانون سازی کی راہ میں اہم رکاوٹیں رہیں۔ ترقی پسند اسلامی سکالروں کی حمایت اور کوششیں، امتیازی قوانین خصوصاً قوانین جنہیں مذہب کے نام پر بنایا گیا مثلاً حدود آرڈیننس اور پی پی سی میں قصاص اور دیت کی شقیں، ان کی منسوخی کیلئے وکالت میں سب سے مصمم ثابت ہوئیں۔

پاکستان نے آئی سی سی پی آر(ICCPR)اور سی اے ٹی(CAT) کی تحفظات کے ساتھ توثیق کردی

عورت فائونڈیشن رپورٹ

پاکستان نے جون2010میں انسانی حقوق کے دو مزید معاہدوں، ’معاشرتی اور سیاسی حقوق کا عالمی معاہدہ‘(ICCPR) اور’تشدداوردیگرظالمانہ، غیرانسانی یاذلت آمیز سلوک وسزا کے خلاف عالمی معاہدہ‘(CAT)پر دستخط کردیئے۔حکومت پاکستان نے دونوں معاہدوں کی توثیق کے ساتھ ساتھ بڑی تعداد میں اپنے تحفظات کا اظہار بھی کیا۔

انسانی حقوق کی تنظیموں اورسرگرم کارکنوں نے خدشات ظاہر کیئے ہیں کہ حکومت کی طرف سے اتنی بڑی تعداد میں تحفظات، اور وہ بھی اتنی اہم شقوں پر،نتائج کو کم سے کم یا کسی حد تک غیر موثر کرنے پر منتج ہوں گے اور اس توثیق سے ریاستی فریق کو ہی اپنے انسانی حقوق کے ریکارڈ کو بہتر رکھنے کے ضمن میں فائدہ ہوگا۔

صدر کے ترجمان اور سابق سینیٹر فرحت اللہ بابر نے کہا کہ ’’صدر آصف علی زرداری نے دونوں معاہدوں کی توثیق کے کاغذات پر دستخط کر دیئے ہیں جس سے پاکستان ان ممالک کی صف میں شامل ہوگیا ہے جنہوں نے اچھی حکمرانی‘ پائیدارترقی اور انسانی حقوق سے متعلق تمام بین الاقوامی معاہدوں کی توثیق کررکھی ہے‘‘۔ انہوں نے کہا کہ ان دو اہم معاہدوں پر دستخط موجودہ حکومت کے پہلے ہفتے کے دوران 17اپریل2008 کو کئے گئے تھے اور کابینہ کی توثیق کے بعد توثیق کے ان کاغذات پر صدر کے دستخطوں کی ضرورت باقی تھی۔ کابینہ نے24مارچ2010 کو اپنے اجلاس میں بعض تحفظات کے ساتھ کنونشنز کی ثوثیق کی منظوری دی۔انہوں نے مزید کہا کہ صدر کی طرف سے دستخط کئے گئے توثیق شدہ معاہدے اب اقوام متحدہ میں جمع کرا دیئے جائیں گے۔ صدر کی طرف سے دستخط کئے گئے معاہدے کے ساتھ قومی حقوق کے تحفظ سے متعلق تحفظات شامل ہیں جو (ا) اسلامی قوانین اور نظریہ(ب) خود اختیاری کا معاملہ(ج) ہر وہ چیز جو دستور پاکستان کی شقوں سے متصادم ہے، سے متعلق ہیں۔

آئی سی سی پی آر(ICCPR)سے متعلق تحفظات

’معاشرتی اورسیاسی حقوق کاعالمی معاہدہ‘(آئی سی سی پی آر)پر اسکی توثیق کے وقت پر اٹھائے گئے تحفظات درج ذیل ہیں:

آرٹیکل,18,7,6,3اور19

اسلامی جمہوریہ پاکستان اعلان کرتی ہے کہ آرٹیکل,18,7,6,3 اور19 کی شقوں کا اطلاق اس حد تک کیا جائے گا کہ وہ دستور پاکستان اورشرعی قوانین سے متصادم نہ ہوں۔

آرٹیکل12

اسلامی جمہوریہ پاکستان اعلان کرتی ہے کہ آرٹیکل12 پر اطلاق، دستور پاکستان کی شقوں کی مطابقت سے ہوگا۔

آرٹیکل13

آرٹیکل 13 کے حوالے سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت غیر ملکیوں سے متعلق اپنے قانون کے اطلاق کا حق محفوظ رکھتی ہے۔

آرٹیکل 25

اسلامی جمہوریہ پاکستان اعلان کرتی ہے کہ آرٹیکل25 کا اطلاق اس حد تک کیا جائے گا کہ وہ دستور پاکستان کی شقوں سے متصادم نہ ہو۔

آرٹیکل40

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت اعلان کرتی ہے کہ وہ کنونشن کے آرٹیکل 40 کے تحت قائم کمیٹی کی مجاز حیثیت کوتسلیم نہیں کرتی۔

علامتی تحفظ پر:

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت کنونشن کی توثیق کے وقت اس کی مختلف شقوں کے ساتھ مناسب تحفظات وابستہ کرنے‘ اعلامیے اور ان سے متعلق اپنی دانست کے اظہار کا حق محفوظ رکھتی ہے۔

سی اے ٹی(CAT)سے متعلق تحفظات

’تشدداوردیگرظالمانہ، غیرانسانی یاذلت آمیز سلوک وسزا کا عالمی معاہدہ‘(CAT) پر اسکی توثیق کے وقت پر درج ذیل تحفظات کا اظہار کیا گیا:

آرٹیکل3

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت اعلان کرتی ہے کہ آرٹیکل 3 پر اطلاق ملک بدری اور غیر ملکیوں سے متعلق ملکی قوانین کی شقوں کی مطابقت سے کیا جائے گا۔

آرٹیکل8

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت اعلان کرتی ہے کہ کنونشن کے آرٹیکل 8، پیرا دو پر عمل کے حوالے سے، وہ ملک بدری سے متعلق دوسرے ریاستی فریقوں کے ساتھ تعاون کیلئے اس کنونشن کو قانونی بنیاد نہیں سمجھتی۔

آرٹیکل13,12,6,4اور16

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت اعلان کرتی ہے کہ ان آرٹیکلز کی شقوں پر اطلاق اس حد تک کیا جائے گا کہ وہ دستور پاکستان اور شرعی قوانین سے متصادم نہ ہوں۔

آرٹیکل28

کنونشن کے آرٹیکل28، پیرا1 کی مناسبت سے، اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت اعلان کرتی ہے کہ وہ آرٹیکل20 میں اس کیلئے قائم کی گئی کمیٹی کی مجاز حیثیت کوتسلیم نہیں کرتی۔

آرٹیکل30

حکومت اسلامی جمہوریہ پاکستان کنونشن کے آرٹیکل30، پیرا1 سے متعلق خود کو پابند نہیں سمجھتی۔

علامتی تحفظ پر

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت کنونشن کی توثیق کے وقت اس کی مختلف شقوں کے ساتھ مناسب تحفظات وابستہ کرنے، اعلامیے اور ان سے متعلق اپنی دانست کے اظہار کا حق محفوظ رکھتی ہے۔

اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے معاہدے: ایک نظر

اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے معاہدوں کا نظام ایک مجموعی اصطلاح ہے جو نو معاہدوں اور ان پر عملدرآمد کے متعلقہ طریقہ ہائے کار کیلئے استعمال ہوتی ہے۔ آٹھ معاہدے اس وقت نافذ العمل ہیں اور ایک نافذ العمل نہیں ہے۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے معاہدے بحیثیت مجموعی اور معاشرے کے مختلف شعبوں کیلئے علیحدہ علیحدہ شہریوں کے حقوق کے بین الاقوامی نمونے اور معیار ہیں۔ یہ ان حقوق کی سربلندی اور تحفظ کیلئے بین الاقوامی برادری کی خواہش کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان نو معاہدوں کے ناموں، خاقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی جانب سے انہیں اپنائے جانے کی تاریخوں، ان کے نافذ العمل ہونے کی تاریخوں، ان کی نفاذی کمیٹیوں کے اراکین کی تعداد، پاکستان کی توثیق کی حیثیت اور ہر معاہدے کی عالمی توثیق کی تعداد کی تفصیل درج ذیل ہے:

نمبر شمار	معاہدے کا نام	جنرل اسمبلی نے اپنایا	اقوام متحدہ نے نافذ کیا	کمیٹی/اراکین	پاکستان کی طرف سے توثیق	کل ممالک جو توثیق کرچکے
1	تمام قسم کے نسلی امتیاز کے خاتمے کا عالمی معاہدہ	21دسمبر1965ء	4جنوری1969ء	ICERD کمیٹی18اراکین	توثیق21ستمبر1966ء	173
2	معاشرتی اور سیاسی حقوق کا عالمی معاہدہ(ICCPR)	16دسمبر1969ء	23مارچ1976ء	ICCPR کمیٹی18اراکین	توثیق23جون2010ء	166
3	معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق کا عالمی معاہدہ(ICESCR)	16دسمبر1969ء	3جنوری1976ء	ICESCR کمیٹی17اراکین	توثیق17اپریل2008ء	160
4	خواتین کے خلاف تمام قسم کے امتیازی سلوک کے خاتمے کا معاہدہ(CEDAW)	18دسمبر1979ء	3ستمبر1981ء	CEDAW کمیٹی23اراکین	توثیق12مارچ1996ء	186
5	بچوں کے حقوق کا معاہدہ(CRC)	20نومبر1989ء	2ستمبر1990ء	CRC کمیٹی10اراکین	توثیق12نومبر1990ء	193
6	تشدداوردیگرظالمانہ، غیرانسانی یاذلت آمیز سلوک اور سزا کے خلاف معاہدہ(CAT)	10دسمبر1984	26جون1987ء	CAT کمیٹی10اراکین	توثیق23جون2010ء	147
7	تمام تارکین وطن کارکنان اور ان کے افراد کے تحفظِ حقوق کا عالمی معاہدہ(CMW)	18دسمبر1990ء	یکم جولائی2003ء	CMW کمیٹی14اراکین	دستخط/توثیق نہیں ہوئی	43
8	معذور افراد کے تحفظِ حقوق کا عالمی معاہدہ(CRPD)	13دسمبر2006ء	3مئی2008ء	CRPD کمیٹی12اراکین	دستخط25ستمبر2008ء	87
9	تمام افراد کیلئے جبری گمشدگی سے تحفظ کا عالمی معاہدہ	20دسمبر2006ء	ابھی تک نافذ نہیں ہوا	....	دستخط/توثیق نہیں ہوئی	18

قیام امن اور سلامتی میں عورتوں کے کردار کیلئے ’ویمنز پارلیمنٹری کاکس‘ کا عزم

عورت فائونڈیشن رپورٹ

ویمنز پارلیمنٹری کاکس(ڈبلیو پی سی) نے 24 - 26 مئی2010ء کواسلام آباد میں خواتین اراکین پارلیمنٹ کے تین روزہ قومی کنونشن کا انعقاد کیا جس کا مقصد خطے میں امن اور سلامتی کے لئے متحدہ آواز بلند کرنا تھا۔’امن سلامتی اور مفاہمت میں خواتین اراکین پارلیمنٹ کا کردار‘ کے زیرعنوان اس کنونشن میں سلامتی اور قیام امن کے لئے اجتماعی بصیرت تک پہنچنے پر غور کیا گیا۔

کنونشن میں قومی اسمبلی،سینٹ اور پنجاب، سندھ ،خیبر پختونخوا، بلوچستان، آزاد جموں وکشمیر اور گلگت بلتستان کی خواتین اراکین اسمبلی،سول سوسائٹی کے اراکین اور حقوق نسواں کے کارکنوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔کنونشن میں سارک ممالک سے تعلق رکھنے والی خواتین اراکین پارلیمنٹ جن میں سری لنکا سے روزی سینانائکے ، بنگلہ دیش سے شوکت آرا بیگم، بھارت سے مسز نارا رانی ، افغانستان سے فوزیہ کوفی، بھوٹان سے مسز شوانگ لاہمو نے بھی شرکت کی۔

قومی اسمبلی کی سپیکر اور کاکس کی چیئر پرسن ڈاکٹر فہمیدہ مرزا نے اپنے خطاب میں کہا کہ کنونشن عورتوں کو ایک چھت کے نیچے اکٹھا کرنے کے حوالے سے ہی کامیاب نہیں ہوا بلکہ اس نے عورتوں کو ایک دوسرے سے وابستہ اور باہم یکجا ہونے کا موقع بھی بہم پہنچایا۔ انہوں نے کہا کہ خواتین اراکین پارلیمنٹ کا پہلا کنونشن، امن سلامتی اور مفاہمت کے لئے خواتین کی بامقصد شرکت کی جانب بہت بڑا اقدم ہے۔

انہوں نے کہا کہ ہر شعبہ زندگی میں خواتین کی عددی نمائندگی میں اضافہ نئے مواقع میں بدلنا چاہیے۔وزیراعظم کی مشیر بیگم شہناز وزیر علی نے کنونشن کے دوران دی گئی تجاویز کا اعلان کیا۔ ویمنز پارلیمنٹری کاکس نے دوسری خواتین اراکین کی معاونت سے ایک اعلامیہ تیار کیا اور اسے متفقہ طور پر اپنایا جسے رکن قومی اسمبلی ڈاکٹر عطیہ عنایت اللہ نے پڑھ کر سنایا۔خواتین کی بااختیاری کے حوالے سے اس کی سیاسی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے ہم ذیل میں یہ اعلامیہ پیش کر رہے ہیں:

اعلامیہ

ہم خواتین اراکین پارلیمنٹ اور بلوچستان، خیبر پختونخوا ، پنجاب،سندھ ،گلگت- بلتستان اور آزاد جموں وکشمیر اسمبلی کی منتخب نمائندگان جو26-24 مئی2010ء کو اسلام آباد میں’ امن سلامتی اور مفاہمت میں خواتین اراکین پارلیمنٹ کا کردار‘پر منعقدہ قومی کنونشن میں شریک ہوئیں،آج 26مئی 2010ءکو درج ذیل اعلامیہ اپناتی ہیں۔

یادآوری:

کہ خواتین کے لئے امن سے مراد لڑائی اور جنگ نہ ہونے سے کچھ سوا رہی ہے،اوراس کا حصول جمہوریت،شمولیاتی ترقی اور انسانی سلامتی سے لازم وملزوم طور پر جڑا ہے۔

مزید یادآوری:

شہید محترمہ بےنظیر بھٹو کا امن وسلامتی کے لئے پیغامِ مفاہمت جو تسلیم کرتا ہے کہ عہد حاضر کا سب سے اہم اور سب سے ضروری خاصہ دراصل جذبہ مفاہمت میں حائل رکاوٹوں کو عبور کرنا ہے۔

اظہار:

جنوب ایشیائی ممالک میں عسکریت پسندی اور انتہا پسندی کے پھیلاؤ پر گہری تشویش کا‘ یہ تسلیم کرتے ہوئے ہیں کہ تشدد اور دہشت گردی نے اپنی تمام شکلوں اور اظہار میں خطے میں امن، ترقی اور استحکام کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔

ادراک:

کہ جنوبی ایشیا میں عسکریت پسندی میں اضافہ باعث تشویش ہے اور خطے کی خواتین رہنماؤں کو قیام امن کو آگے بڑھانے اور سماجی طور پر مربوط معاشرے وجود میں لانے کے لئے پیش بین کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

مشاہدہ:

کہ 18 فروری2008ء کے انتخابات میں پارلیمنٹ میں نا صرف خواتین کا ظہور22 فیصد سے زائد رہا بلکہ اس کے نتیجے میں پاکستان کی قومی اسمبلی کی پہلی خاتون سپیکر بھی سامنے آئیں۔

ستائش:

سپیکر قومی اسمبلی ڈاکٹر فہمیدہ مرزا کے ویمنز پارلیمنٹری کاکس تشکیل دینے کے بصیرت افروز اقدام کی جس نے سیاسی خطوط سے ہٹ کر اتفاق رائے پیدا کرنے کا پلیٹ فارم مہیا کیا اور یہ خواتین کی بااختیاری کی ایک آواز ہے۔

خوش آمدید:

قومی اسمبلی کی متفقہ قرارداد کو جس میں ویمنز پارلیمنٹری کاکس کے قیام اور اس کے کام کو سراہا گیا۔

توصیف:

کہ ویمنز پارلیمنٹری کاکس کا قیام، قوم کی بانی خاتون رہنماؤں فاطمہ جناح، بیگم لیاقت علی خان،شہید محترمہ بےنظیر بھٹو اور حقوق نسواں کی دوسری تمام سرگرم کارکنوں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے عمل میں لایا گیا۔

ستائش:

ویمنز پارلیمنٹری کاکس کی’امن سلامتی اور مفاہمت‘ پر اراکین پارلیمنٹ کا پہلا کنونشن منعقد کرنے کے لئے جس کا مقصد اس امر پر زور دینا ہے کہ خواتین امن سلامتی اور مفاہمت کے تمام عمل کا لازمی حصہ ہیں۔

اعادہ:

حقوق نسواں کا ایجنڈا اور اس کے لئے مثبت اقدام کئے جانے کا جیسا کہ دستور پاکستان میں درج ہے اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی اعلامیہ،خواتین کے خلاف تمام قسم کے امتیازی سلوک کے خاتمے کے کنونشن (سی ای پی اے ڈبلیو)،خواتین کے خلاف تشدد کا خاتمہ(ای وی اے ڈبلیو) اور بچوں کے حقوق کا معاہدہ (CRC)میں موجود ہے اور جن پر پاکستان دستخط کر چکا ہے۔

خوش آمدید:

اور شکریہ سارک ممالک افغانستان، بنگلہ دیش، بھارت، نیپال اور سری لنکا کی اراکین پارلیمنٹ کا اس تاریخی موقع پر موجود ہونے کیلئے۔

ہم اعادہ کرتی ہیں۔

i)۔ کہ سیاسی اور سماجی تحریکوں میں خواتین کی شرکت کی جڑیں ہماری تاریخ میں پنہاں ہیں۔ہم اپنی خواتین رہنماؤں کی جرأت ،قربانی اور وابستگی کو سلام پیش کرتی ہیں جو ہمت افزائی کا ذریعہ ہیں اور امن کے قیام میں ہماری نتیجہ خیز جدوجہد میں بہتر کام کرنے کے لئے ہماری رہنمائی اور تحریک کا وسیلہ بنیں گی۔

ii)۔ ہم موجودہ جغرافیائی سیاسی صورتحال میں تبدیلی کی محرکین کے طور پر خواتین اراکین پارلیمنٹ کے کردار کو ملک اور خطے میں مضبوط اور متحدہ آواز بلند کرتے ہوئے مستحکم کریں گی۔

iii)۔ کہ ہم انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خلاف اس لڑائی میں سلامتی سے متعلق اداروں کے ساتھ کھڑی ہیں جسے عوام کی مکمل حمایت سے ہی جیتا جاسکتا ہے۔

iv)۔ کہ چونکہ عورتوں کا بطور’ہتھیار جنگ‘ استعمال کسی بھی تنازعے کیلئے فیصلہ کن مرحلہ سمجھا جاتا ہے،اس لیے عورتوں کے اندر عدم شمولیت کا اجتماعی احساس موجود ہے۔

v)۔ کہ خواتین اب محض لڑائیوں کے نتیجے میں متاثرین بن کر نہیں رہ سکتیں، بلکہ خواتین کو مذاکرات کرنے ،انصاف کے لئے جدوجہد کرنے ، بحرانوں سے اجتماعی طور پر نبردآزما ہونے اور انسانی آبادیوں کی بحالی کے لئے امن کے کارکنوں کے طور پر کام کرنے کی استعداد کی بنیاد پر، عالمی طور پر امن ساز تسلیم کیا جاتا ہے۔

vi)۔ سلامتی کے نئے نمونوں کی تشکیل میں خواتین کے کردار کو مرکزی حیثیت حاصل ہے لہذا،خواتین کو تمام روائتی اور غیر روائتی امور ہائے عمل میں موجود ہونا چاہیے۔

vii)۔ کہ کثیر جہتی جمہوریتوں کے لئے سیاست میں خواتین کی بھرپور نمائندگی کی ضرورت ہے۔

viii)۔ میڈیا میں خواتین کے موثر کردار میں اضافے اور استحکام کا،تاکہ سماجی اور انسانی تحفظ کے معاملات میں صنفی حساسیت کے فروغ کے حوالے سے خواتین کے نقطہ نظر کو بڑھایا جاسکے۔

ہم خواتین اراکین اسمبلی اور منتخب نمائندگان عزم کرتی ہیں:

1)۔ بیجنگ اعلامیہ اور پلیٹ فارم برائے عمل کی پندرہویں سالگرہ کے موقع پر ہم ایسی قوت کے طور پر ابھرنے کی جدوجہد کریں گی جو عورتوں کے خلاف تشدد کی تمام شکلوں جو لڑائی اور جنگ سے لے کر ناکافی نظاموں اور گھریلو تشدد تک کچھ بھی ہوسکتی ہیں، تاکہ ان کے خلاف قطعی عدم برداشت کی حامل قانون سازی اور پالیسیوں کو فروغ دیا جائے۔

2)۔ کثیر سطحوں پر مفاہمت اور مکالمہ کی روح کو امن اور سلامتی کے لئے آلے کے طور پر استعمال کرنا تاکہ اکیس ویں صدی کے متنازع نظریات اور سیاسی فلسفوں کے مابین خلیج کو کم کیا جاسکے۔

3)۔ چونکہ خواتین اور بچے قدرتی آفات، لڑائی، انتہا پسندی، عسکریت پسندی اور دہشت گردی سے بدترین طور پر متاثر ہوتے ہیں، امن کا ایجنڈا طے کرنے ،امن برقرار رکھنے، امن قائم کرنے اور تعمیر نو میں خواتین کو نمایاں کردار ادا کرنا ہے۔

4)۔ بحالی اور تعمیر نو کی سرگرمیوں، مہاجرین اور اندرون ملک نقل مکانی کرنے والے افراد کی حفاظت کے امور کو تقویت دینے کے لئے خواتین گروپوں، سول سوسائٹی اور قیام امن کے ڈھانچوں کے ساتھ ملکی، علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر کام کرنا۔

5)۔ خواتین سے متعلق جمہوریت کے فقدان کے ادراک رکھتے ہوئے مقامی حکومت کی سطح سے صوبائی اسمبلیوں کے ذریعے قومی سطح پر منتخب خواتین نمائندوں کا نیٹ ورک تشکیل دینے کیلئے آگے بڑھنا۔

6)۔ انسانی سلامتی کے لئے ہر فرد خصوصاً خواتین اور لڑکیوں کے حق کی پیروکار بننا۔مزید برآں، ساختی ناہمواریوں کے خاتمے کے لئے کام کرنا جو امتیازی سلوک، سماجی محرومی اور عدم تحفظ کو جنم دیتی ہیں۔

7)۔ سیاست اور سرکاری شعبے میں پالیسی سازی کی سطحوں پر شرکت میں اضافے، تعلیمی مواقع میں وسعت، روزگار کی فراہمی اور مقامی اور قومی ایجنڈے کی تشریح نو کے ذریعے خواتین کی بااختیاری کے حوالہ سے حاصل کامیابیوں کی پائیداری اور وسعت پذیری۔

8)۔ خواتین سے متعلق مخصوص سوچ کے اظہار کے خاتمے، صنفی تعصّبات دور کرنے اور خواتین کو تبدیلی کے نمائندے اور امن کی پیامبر اور پائیدار ترقی کی نقیب کے طور پر پیش کرنے کے لئے میڈیا کے ساتھ کام کرنا۔

ہم خواتین اراکین پارلیمنٹ قومی کنونشن کی شرکاء، یاد آوری کرتی ہیں کہ امن ہم میں سے ہر ایک کی روح سے جنم لیتا ہے۔ اس اعلامیہ کو آگے بڑھاتے ہوئے میڈیا، سول سوسائٹی اور حکومت کے ساتھ باہمی تعاون اور شراکتیں قائم کریں گی اور اس مقصد کیلئے علاقائی اور بین الاقوامی فورمز بھی استعمال کریں گی۔

پاکستان میں عورتوں کی تحریک کے سنگ میل

ماضی میں عورتوں کے سیاسی، معاشی اور قانونی حقوق تقریباً مکمل طور پر سیاسی جماعتوں کے ضابطہ میں شامل نہیں تھے۔ لیکن آج صورتحال کافی مختلف ہے۔ اب خواتین کے حقوق کو حکومت اور اپوزیشن جماعتیں اولیت دیتی ہیں۔

حکومت کی جانب سے اور مختلف سیاسی جماعتوں کی جانب سے خواتین کے حقوق پر پیش کئے جانے والے قانونی بل، اور میڈیا اور عوامی فورمز پر خواتین کے حوالے سے جاری بحث اس کا واضع ثبوت ہیں جنکے ذریعے خواتین کے حقوق اور متعلقہ مسائل کے بارے میں آگاہی بڑھی ہے۔ گزشتہ دس سالوں، 2000 اور 2010 کے درمیان، یکے بعد دیگرے کئی حکومتوں نے معاشرے میں عورتوں کی حالت کو بہتر کرنے کیلئے اہم اقدام کئے ہیں۔ جن میں:

(1) 2000 میں خواتین کیلئے لوکل گورنمنٹ میں 33 فی صد نشستوں کا کوٹہ مخصوص کیا گیا۔ 2000-01 کے لوکل گورنمنٹ کے الیکشن میں تقریباً 39,000 خواتین منتخب ہوئیں جب کہ 28,000 خواتین 2005 کے الیکشن میں منتخب ہوئیں (خواتین کیلئے مخصوص نشستوں کی تعداد کم ہوگئی کیونکہ حکومت نے یونین کونسل کے سائز میں کمی کر کے سیٹوں کی مجموعی تعداد 21 سے 13 کردی جب کہ خواتین کی نشستیں 6 سے کم ہو کر 4 رہ گئیں)۔ اس دوران عورتوں کی نمائندگی کا تناسب 33 فی صد کے قریب رہا۔

(2) 2000 میں قومی کمیشن برائے مقام خواتین کا قیام عمل میں آیا۔ اس کمیشن نے کئی بنیادی نوعیت کی تبدیلیاں کیں جیسے حدود آرڈیننس کی منسوخی کیلئے سفارشات، وارثت کے قانون میں اصلاحات کیلئے تجاویز، خواتین کے کام کا مساوی معاوضہ اور خواتین کے حوالے سے آئینی اصلاحات کا حالیہ معاہدہ وغیرہ۔

(3) شہریت کے قانون 1951ء کو 2001 میں اس حد تک تبدیل کیا گیا ہے کہ ایسی پاکستانی خواتین جو غیر ملکی افراد سے شادی کرتی ہیں انکے بچوں کو شہریت مل جائے۔ البتہ ایسے غیر ملکی جو پاکستانی خواتین سے شادی کرتے ہیں شہریت کا حق نہیں رکھتے۔

(4) وزارت ترقی خواتین نے 2002 میں قومی پالیسی برائے ترقی واختیارات خواتین متعارف کروایا۔

(5) 2002 میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں عورتوں کیلئے 17 فیصد نشستیں مخصوص کی گئیں جس کے تحت یوں عورتوں کیلئے 60 فیصد نشستیں پارٹی فہرست کے ذریعے قومی اسمبلی کے لیے مخصوص ہوگئیں، 17 سینٹ کیلئے، 66 پنجاب کیلئے، 29 سندھ اسمبلی، 22 شمال مغربی سرحدی صوبے اور 11 بلوچستان اسمبلی کیلئے مخصوص ہوگئیں۔

(6) 2004ء میں پارلیمنٹ نے 'غیرت کے نام پر قتل' کے حوالے ایک قانون نافذ کیا۔ خواتین پارلیمنٹیر یںز نے اس بل کی حمایت میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ اگر چہ یہ قانون عورتوں کو کچھ دادرسی مہیا کرتا ہے۔ لیکن چونکہ غیرت کے نام پر قتل ہونے والی عورتوں کے قانونی ورثاء کو قصاص سے استثنیٰ حاصل ہے اور یوں قصاص ودیت کے تحت جرم قابل راضی نامہ بن جاتا ہے۔ اس طرح یہ قانون موثر نہیں ہے۔

(7) وفاقی حکومت نے 2005 میں اصلاحات کا منصوبہ عمل (GRAP) متعارف کرایا۔ اس کا مقصد صنفی معاملات کو ادارتی بندوبست کے ذریعے پالیسیوں اور منصوبوں میں اجاگر کرنا تھا۔

(8) فیڈرل گورنمنٹ نے خواتین کے تحفظ کے بل 2006ء کے تحت حدود آرڈیننس کے دو آرڈیننسز میں ترامیم کیں جو کہ زنا اور قذف آرڈیننس ہیں۔ زنا کے جرم کو پاکستان پینل کوڈ میں شامل کیا گیا جسکو واقعاتی شہادت کے ذریعے ثابت کیا جائے گا۔ اگر چہ حدود آرڈیننس میں کئی دوسری مثبت تبدیلیاں بھی کی گئیں۔ تاہم قانون کو سول سوسائٹی کے مطالبے کے مطابق ختم نہیں کیا گیا اور اس میں ابھی تک کئی اختلافی دفعات موجود ہیں۔

(9) وفاقی حکومت نے خواتین کیلئے پبلک سیکٹر سروسز میں 10 فیصد کوٹہ مقرر کیا ہے۔

(10) 2008 میں بینظیر انکم سپورٹ پروگرام کا آغاز ایک اور سنگ میل ہے۔ جس کا مقصد امداد کے ذریعے لاکھوں خواتین کی معاشی مدد کرنا ہے۔

(11) قومی اسمبلی میں 2009 میں تمام سیاسی جماعتوں کی شمولیت سے وومن پارلیمنٹری کاکس قائم کیا گیا، جس نے خواتین پارلیمنٹیر یںز کو ایک مشترکہ مقصد کیلئے ایک پلیٹ فارم پر یکجا کیا۔ قومی اسمبلی کے سپیکر ڈاکٹر فہمیدہ مرزا اس کی سرپرست ہیں۔

(12) قومی اسمبلی نے گھریلو تشدد (روک تھام اور تحفظ) بل 2009، 14 اگست 2009 کو منظور کیا۔ مگر یہ بل سینٹ میں 90 دن کی مدت گزر جانے کی وجہ سے غیر موثر ہو کر قومی اسمبلی کو واپس بھیج دیا گیا۔ ایک Mediation Committee اس کا دوبارہ جائزہ لے گی جس کے بعد یہ بل منظوری کیلئے دونوں ایوانوں میں دوبارہ بھیجا جائے گا۔ اگر چہ یہ ایک اچھا قانون ہے مگر ایک بڑی خامی یہ ہے کہ اس میں گھریلو تشدد کو پہلے اور دوسرے واقعے کیلئے جرم قرار نہیں دیا گیا۔

(13) کریمنل لاء (ترمیمی) ایکٹ 2009 کے ذریعے خواتین کو کام کرنیکی جگہ پر جنسی طور پر ہراساں کرنے سے متعلق پی پی سی کی شق 509 میں ترمیم ہوئی۔ یہ بھی ایک اچھا قانونی اقدام ہے۔ ایکٹ ہذا کے مطابق جنسی طور پر حراساں کرنے کی سزا 3 سال قید یا 5 لاکھ جرمانہ یا دونوں ہو سکتے ہیں۔

(14) خواتین کو ہراساں کرنے سے تحفظ دینے کا ایکٹ 2009 ایک بڑا تفصیلی قانون ہے جس میں کام کی جگہ پر خواتین کو جنسی طور پر ہراساں کرنیکے کا مسئلہ اٹھایا گیا ہے۔ اس بل کو قومی اسمبلی نے 22 جنوری 2010 کو پاس کیا۔ یہ سینٹ اور صدر کی منظوری کے بعد قانون بنا۔

یہ قانون اینٹوں کے بھٹے کیلئے کام کرنے والی خواتین، زرعی مزدور خواتین، گھروں میں اجرت پر کام کرنے والی خواتین، مارکیٹ اور دوسرے عوامی شعبوں میں کام کرنے والی خواتین کو تحفظ فراہم کرے گا اس قانون کے مطابق، اسکے کے نفاذ کے 30 دونوں کے اندر ہر تنظیم یا ادارہ ایک انکوائری کمیٹی تشکیل دے گا۔ جو اس حوالے سے شکایات کی تحقیق کرینگی۔ یہ کمیٹی 3 اراکین پر مشتمل ہوگی جن میں سے کم ازکم ایک رکن لازماً خاتون ہوگی اور ایک رکن ادارے کی 'سینئر مینجمنٹ' میں سے ہونا چاہے جب کہ ایک رکن ادارے کے ایمپلائز کا نمائندہ یا سینئر ایمپلائی ہوگا۔ اس قانون کے تحت ہر ادارے کو ایک ضابطہ اخلاق بنانا چاہے۔

اگر کوئی ادارہ 'ضابطہ اخلاق' جاری کرنے یا تین رکنی کمیٹی بنانے میں ناکام ہوتا ہے تو عدالت میں بلا کر اسکی سرزنش اور اسے 1 لاکھ جرمانہ ہوسکتا ہے۔ اگر ہراساں کرنے کا مرتکب فرد ادارے کا سربراہ یا بہت سینئر ایمپلائی ہے اور ہراساں ہونے کا شکار عورت محسوس کرتی ہے کے اس کی شکایت پر کی جانے والی تحقیق انصاف نہیں کرے گی، تو وہ محتسب کے پاس جاسکتی ہے جو خصوصاً اسی مقصد کے لیے تشکیل دیا جائے گا۔ (ن م)

اداریہ

پاکستان کی عورتیں بدقسمتی سے اور غیر متناسب طور پر معاشرتی ترقی کے عمل میں منفی نتائج سے دوچار ہوتی رہی۔ چاہے وہ غربت کو نسوانیت سے جوڑنا ہو یا جنگ کی تباہ کاریوں کے بعد دوبارہ بحالی اور تعمیر نو کی کوششوں سے انکا اخراج ہو۔ عورتوں کے خلاف تشدد پاکستان کے منہ پر ایک دھبہ ہے، اور کوئی اسکی پروانہیں کرتا ماسوائے میڈیا۔ جیسا کہ الفاظ اپنا مطلب کھو چکے ہوں تو وہ مردہ ہو جاتے ہیں۔ لاتعلقی اور برائیت شاید آج صرف منصویت کا معنی دیتی ہے۔

پاکستان نے CEDAW کی توثیق کی ہے اس پر ہمیں فخر ہے ہم نے CRC کی بھی توثیق کی ہے۔ ہم نے 2008ء میں ICESCR توثیق کی اور اس سال جون میں ہم نے ICCR اور CAT کی بھی توثیق کی۔ عالمی معاہدوں کی توثیق کے حوالے سے ہمارا اسکور بڑھ رہا ہے۔ ہم اب تک آٹھ میں سے چھ بنیادی حقوق کے معاہدوں کی توثیق کر چکے ہیں۔

ہمارے پاس قومی لائحہ عمل برائے خواتین، قومی پالیسی برائے خواتین، قومی کمیشن برائے مقام خواتین جیسے رہنماء اصولوں کے ساتھ ساتھ خواتین پارلیمنٹر یںز کی واضع تعداد موجود ہے۔ اس حوالے سے اس صفحے پر دی گئی کامیابیوں کی فہرست قابل تحسین ہیں۔ ہمارے پاس کچھ اچھے قوانین بھی موجود ہیں۔ ہم نے بنیادی مساوات کی سطح کو تو بلند کیا ہے۔ لیکن کیا یہ کہنا درست نہیں کہ ہم مساوات میں ابھی پیچھے ہیں۔

ہمارے قانون ساز اداروں میں خواتین پارلیمنٹر یںز موجود ہیں۔ جن میں اکثر مخصوص نشستوں کے ذریعے منتخب ہوئیں لیکن شاید وہ بھول چکی ہیں کہ وہ ان طاقتور اور فیصلہ ساز اداروں میں عورتوں کیلئے آئی ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ خواتین کے علاوہ کسی مسئلے پر بات نہ کریں، مگر ہم اتنا ضرور کہیں گے کہ انہیں اس وقت تو آواز اٹھانی چاہیے جب کسی خاتون کے ساتھ زنا ہوتا ہے، جب خاتون غیرت کے نام پر قتل کردی جاتی ہے یا جب ایک نو سالہ لڑکی کو مردوں کے رقابت کے عوض بدلے میں دیا جاتا ہے۔

یہ سیاسی الجھن کیوں ہے اور ہم کہاں ناکام ہو رہے ہیں؟ کیا یہ مواخذے کی کمی ہے۔ یا قانون کے صحیح اطلاق کا مسئلہ ہے؟ کیا یہ ہمارا بویا ہوا ہے جو ہم کاٹ رہے ہیں۔ ہوسکتا ہے۔ اصل میں یہ ہماری مجموعی ناکامی ہے جسے ہم صرف مجموعی کوششوں سے ہی کامیابی میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

ہمارے پاس ادارے موجود ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ: وزارت ترقی خواتین کو اپنا کردار ادا کرنے دیں، اس کے لیے مزید وسائل کا اہتمام کریں، قومی کمیشن برائے مقام خواتین (NCSW) کو خودمختیاری دیں اور مکمل وسائل مہیا کریں۔ وومن پارلیمنٹری کاکس کو قانون ساز فورم پر خواتین کے حقوق کے لیے نمائندگی کا حق دیں۔ پاکستان کی خواتین ان تمام اداروں سے امید لگائے بیٹھی ہیں۔ انہیں چاہیے کے خواتین کو مایوس نہ کریں۔

قانون سازی پر نظر

عورت پبلیکیشن اینڈ انفارمیشن سروس فاؤنڈیشن

'قانون سازی پر نظر' عورت پبلیکیشن اینڈ انفارمیشن سروس فاؤنڈیشن کے لیجسلیٹو واچ پروگرام فار ویمنز امپاورمنٹ کی رسورس سروس کی طرف سے اسلام آباد سے تیار کیا جاتا ہے۔

ایڈوائزری بورڈ

آئی۔اے۔رحمان، طاہرہ عبداللہ، نعیم مرزا

ایڈیٹوریل بورڈ

وسیم واگھا، ثروت وزیر

آپکے خطوط، آراء اور تحریریں باعث خوشی ہونگی اسکے لئے ہاؤس نمبر 28، سٹریٹ نمبر 39، جی۔سیکس۔ٹو، اسلام آباد پر رابطہ کریں۔

فون: 051-2277512-2277547 | ای میل: lwprs@af.org.pk

فیکس: 051-2822060 | ویب سائٹ: www.af.org.pk

امید مستقبل جگاتے۔سوات کے بچے

تحریر: اقبال خٹک

گیارہ سالہ نبیلہ کی آنکھوں کا تاثراس کی کہانی بیان کرر ہا تھا: اس نے اپنی ماں اور بڑے بھائی رحمت اللہ کوتب کھودیا جب ایک مارٹر گولہ ان کے گھر پر آن گرا۔اس کا گھر پیا نامی گاؤں میں تھا جو تحصیل خوازہ خیلہ کی فتح پور یونین کونسل میں واقع ہے اور یہ ضلع سوات میں طالبان سے جڑی عسکریت پسندی کے سامنے سب سے زیادہ پرخطر علاقہ ہے۔

نبیلہ مناظر فطرت سے بھر پور اس وادی میں ایسے سینکڑوں بچوں میں سے ایک ہے۔کئی برسوں کی عسکریت نے اس وادی کی تمام آبادی پر گہرے زخم چھوڑے ہیں۔ان زخموں کو مندمل کرنے اور ایک نئی زندگی شروع کرنے کی کوشش کی جارہی ہے تاہم بچوں کیلئے قتل وغارت کے اس تمام عرصے کوفراموش کرنے کیلئے زیادہ وقت درکار ہے جس کے آثار ہر جگہ تباہ شدہ نجی اور سرکاری املاک اور ادائیگی فرائض کے دوران جاں بحق ہونے والوں یا طالبانی طرز کی حکمرانی سے اتفاق نہ کرنے پر قتل کئے جانے والوں کے ضلع بھر میں تمام اہم مقامات پر کندہ ناموں کی صورت میں موجود ہیں۔

سوات جسے اس کے دلفریب مناظر،شاداب وادیوں ،پہاڑیوں سے ندیوں میں بہتے یخ بستہ پانی اور چوٹیوں پر پگھلتی برف کے نظاروں کی وجہ سے 'پاکستان کا سوئٹزرلینڈ' کہا جاتا تھا،کو مذہبیت زدہ لوگوں کی پھیلائی شورشوں کا سامنا کرنا پڑا۔سب سے پہلے مالاکنڈ کے علاقے میں انتظامی ابتری اس وقت پیدا ہوئی جب لوئر دیر کے مولانا صوفی محمد نے بقول اس کے 'اسلامی قوانین یا نفاذ شریعت' کیلئے شورش کی قیادت کی۔پشاور میں کئے گئے سیاسی فیصلوں سے ابتری پر قابو پایا گیا جن کے تحت نظام عدالت ریگولیشنز کے نفاذ کا اعلان کر کے صوفی محمد کی سرکردگی میں شریعت کے طلبگاروں کو خاموش کرنے کی کوشش کی گئی۔تاہم امریکہ پر دہشت گردانہ حملوں اور نتیجے میں پاکستان کے مغربی ہمسایہ افغانستان کے خلاف 9/11 کے منصوبہ سازوں اور حملہ آوروں یعنی القاعدہ کو پناہ دینے کی سزا کے طور پر جو اقدامات کئے گئے ان کے بعد مالاکنڈ کے علاقہ میں ایک بار پھر 'جہاد کے نعرے' گونجنے لگے۔مولانا صوفی محمد نے طویل خاموشی توڑتے ہوئے موقع سے فائدہ اٹھایا اور دس ہزار کے قریب اسلامی رضا کاروں کو اکٹھا کر لیا جن میں زیادہ تر غیر تربیت یافتہ اور کم تر مسلح تھے اور انہیں طالبان کے ہمراہ لڑنا تھا۔

تاریخی طور پر دیکھا جائے تو صوفی محمد کے ذریعے کئے گئے تمام اقدامات غلط ثابت ہوئے اور مئی 2009ء میں وزیراعظم یوسف رضا گیلانی نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے فضل اللہ کے لوگوں سے اس کے زیر قبضہ علاقے چھوڑنے کیلئے بھرپور فوجی اقدام کا اعلان کیا۔

لڑائیوں کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ تصادم شروع ہونے سے پہلے یا شروع ہونے کے بعد شہری آبادیوں کو بے گھری سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔یہی کچھ سوات کے ساتھ ہوا۔سرکاری اعداد و شمار کے مطابق مالاکنڈ کے علاقے سے 22 لاکھ افراد جن میں مرد، خواتین اور بچے شامل ہیں نے نقل مکانی کی۔

آج سوات حکومت کے زیر کنٹرول ہے۔عسکریت پسندوں کو ماردیا گیا،گرفتار کیا گیا یا وہ علاقے سے غائب ہو گئے اور سلامتی سے متعلقہ جاری اقدامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مقصد اس امکان کو معدوم تر کرنا ہے کہ وہ 'برے لوگ' دوبارہ ضلع میں واپس آسکیں۔

البتہ زندگی کو قبل از لڑائی کے عرصے جیسا بحال کرنے کے حوالے سے چیلنجز بہت بڑے ہیں۔ان کوششوں میں سول سوسائٹی اور بین الاقوامی برادری کی شمولیت بہت اہم ہے۔جون کے وسط میں ضلع کا دورہ یہ جاننے کیلئے خاصا مددگار ثابت ہوا کہ امن کے تمام حصہ دار مشترکہ مقاصد یعنی لوگوں کی زندگی کی بحالی اور علاقے میں امن اور تعمیر نو کیلئے مل کر کیا کوششیں کر رہے ہیں۔

ماہرین اس امر پر متفق ہیں کہ کسی بھی لڑائی میں معاشرے کا سب سے زد پذیر طبقہ بچے ہوتے ہیں۔وہ تشدد، زیادتی اور استحصال کے خطرے سے دوچار رہتے ہیں اور بعد از جنگ ضروریات میں ان کی تیز تر بحالی اہم عنصر ہوتا ہے۔اقوام متحدہ کے بین الاقوامی ایمرجنسی فنڈ برائے اطفال (UNICEF) کے سوات میں تحفظ اطفال مراکز ان چیلنجوں سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔مقامی آبادی کا ردعمل مثبت ہو رہا ہے اور نتائج میں بہتری آرہی ہے۔

نبیلہ لڑائی میں اپنی ماں اور بھائی کو کھو دینے جیسے رُلا دینے والے دھچکوں کے بعد اپنے مستقبل کے بارے میں آج اتنی پرامید نہ ہوتی اگر اس کے گاؤں پیا کے قریب یونیسف کی فنڈنگ کے تحت عورت فاؤنڈیشن کے ذریعے تحفظ اطفال مرکز قائم نہ ہوتا۔''اس مرکز نے یہ امید تازہ کی ہے کہ میرے ضلع میں بدترین تشدد گزر جانے کے باوجود زندگی میں بہتر آئے گی''۔اس خواہش کا اظہار اس نے معمول کی زندگی کی طرف لوٹتی ہوئی واضح علامتوں کے ساتھ کیا۔پیا مرکز برائے تحفظ اطفال کی نگران شبانہ اسحاق کا نبیلہ کی ابتدائی حالت کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہنا تھا کہ ''چار ماہ قبل جب وہ پہلی بار مرکز میں آئی تو بے حد خوفزدہ تھی'' بات جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ''وہ دوسری لڑکیوں میں گھلنے ملنے سے دور رہتی تھی کیونکہ لڑائی نے اسے دوسرے لوگوں سے خوفزدہ کر دیا تھا۔اب آپ دیکھ سکتے ہیں کہ نبیلہ بدل گئی ہے اور اس کا اعتماد بحال ہو رہا ہے''۔

عورت فاؤنڈیشن نے سوات کی مٹہ اور خوازہ خیلہ تحصیلوں کی 10 یونین کونسلوں میں 30 مراکز کا نیٹ ورک قائم کیا ہے۔ہر یونین کونسل میں تین ایسے مراکز ہیں جہاں 2 سال سے 18 سال تک کے لڑکے اور لڑکیوں کی بحالی کا عمل مختلف سرگرمیوں کی بنیاد پر غیر روائتی تعلیم کے ذریعے کیا جاتا ہے۔دو دیگر اداروں نے دوسری یونین کونسلوں میں تیس،تیس مراکز قائم کئے ہیں۔

ایک عمر رسید خاتون نے پیا سنٹر کو 'ہسپتال' کہتے ہوئے کہا کہ وہاں سب کی مدد کی جاتی ہے۔اپنی پوتی کو سینٹر سے لے جانے کا انتظار کرتے ہوئے 60 سالہ باچہ خیلا نے کہا کہ ''میں ایسا ہی ایک مرکز اہمارے گاؤں میں کھولے جانے کی درخواست کرتی ہوں'' خاتون نے اپنی کہانی بیان کرتے ہوئے کہا کہ ''لڑائی کے دوران میں تمام بچوں کو کمرے کے ایک کونے میں لے جاتی تھی۔

خواتین نے اس طرح کی مسلسل فائرنگ کبھی نہ دیکھی تھی۔ فائرنگ شروع ہوتے ہی وہ سب چلانا شروع کر دیتیں اور روتے ہوئے بچے فائرنگ ختم ہو جانے کے کئی گھنٹوں بعد تک چپ نہ ہوتے۔لڑائی کی وجہ سے ہم نے بہت تکالیف اٹھائیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ ان معصوم بچوں کو وہ سب کچھ فراموش کرنے کیلئے کئی برس درکار ہوں گے جو وہ سال 2007ء سے دیکھتے آئے ہیں''

یہی کہانی سوات کے بہت سے مکینوں کے لبوں پر ہے جہاں بحالی اور تعمیر نو لازمی ہے تا کہ اس خوبصورت خطہ زمین پر عسکریت پسندی لوٹ آنے کے امکانات کو یکسر ختم کیا جا سکے۔

عورت فاؤنڈیشن کے تحت چلائے جانے والے مراکز کے ضلعی کوآرڈینیٹر محمد عمر خان نے ان مراکز میں موجود بچوں سے متعلق چند تفصیلات پیش کیں۔ان 60 مراکز میں اب تک داخل ہونے والے بچوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد تقریباً برابر ہے جن میں بے آسرا' معذور' یتیم اور صدمے کے شکار بھی شامل ہیں۔

بچوں کے علاوہ، بیوائیں اور دیگر خواتین بھی انہیں درپیش بعد از لڑائی مسائل سے متعلق مشورے اور ان کے حل کیلئے اپنے گاؤں میں موجود ان مراکز میں آتی ہیں۔یہ مراکز بیواؤں کیلئے خصوصاً کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ کے حصول میں بے حد مددگار ہیں جو خوراک کی مفت تقسیم اور حکومت سے معاوضہ وصول کرنے کیلئے ضروری ہیں۔

ان مختلف مراکز کے دورے میں ایک مشترکہ مسئلہ بہر حال سامنے آیا۔ضلع میں سند یافتہ ماہرین نفسیات کی کمی ہے۔دوسرے اضلاع میں سند یافتہ ماہرین نفسیات سوات میں کام کرنے پر رضا مند نہیں۔دستیاب ماہرین نفسیات کی خدمات اس اثناء میں ہر مرکز میں ہفتہ وار بنیاد پر دستیاب ہوتی ہیں۔

بار بیدرا مرکز میں ایک سند یافتہ ماہر نفسیات افشین نے مسئلے کا اعتراف کیا۔وہ ہر مرکز میں ہفتے میں دو بار جاتی ہیں تا کہ ہر ممکن طور پر زیادہ سے زیادہ مراکز کا دورہ کیا جا سکے۔افشین کا کہنا تھا کہ ''کمیابی کا مسئلہ درست ہے مگر ہم زیادہ سے زیادہ بچوں کو نفسیاتی مشاورت بہم پہنچانے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں''

افشین نے کہا کہ لڑائی میں صدمے سے دوچار لوگ معمول کی زندگی کی طرف لوٹنے میں زیادہ وقت لیتے ہیں اور ایسے بچوں کی بحالی کیلئے ہمیں اس سے کہیں زیادہ وقت درکار ہوگا۔افشین نے متاثرہ بچوں کے حوالے سے کہا کہ یہ بچے لڑائی کی وجہ سے اس

بقیہ اگلے صفحے پر

امید مستقبل جگاتے ۔سوات کے بچے

بقیہ صفحہ 6 سے

قدر صدمے کا شکار ہیں کہ وہ اب بھی سوچتے ہیں کہ طالبان واپس آ سکتے ہیں۔ وہ طالبان کو ایک طاقت سمجھتے ہیں جن کی واپسی ہوسکتی ہے۔

اس سوال کے جواب میں کہ طالبان کن مقاصد کیلئے بچوں کو استعمال کرتے تھے، ایک سینئر فوجی افسر نے کہا کہ ''بچوں کو ہماری نقل وحمل اور اہم تنصیبات کی جاسوسی کیلئے استعمال کیا جاتا تھا'' ۔انہوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ''ایک بچے پر یہ شبہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ وہ آپ کی جاسوسی کر رہا ہے یا اسے بمبار کے طور پر بھیجا جاسکتا ہے۔ یہ وجہ پیش نظر رکھ کر فوج نے مالاکنڈ ڈویژن میں ایسے ممکنہ بمباروں کی بحالی کیلئے سینٹر قائم کیا جہاں ان 'انتہائی خطرناک' بچوں کی بحالی میں مذہبی تھراپی فوج کیلئے معاون ثابت ہوئی ہے''۔

خیبر پختونخوا کے کسی بھی علاقے میں این جی او کی طرف سے ہونے والے کام کی مخالفت عام بات ہے اور سوات بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ بارادریش خیلہ مرکز تحفظ اطفال کی نگران نگینہ بیگم کے مطابق ''ابتدا میں ہمیں مقامی لوگوں کی طرف سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا''۔انہوں نے کہا کہ جب والدین کو معلوم ہوا کہ ان کے بچے ان مراکز میں اچھی چیزیں سیکھ رہے ہیں تو انہوں نے خود بھی مراکز میں آنا شروع کر دیا۔

ایک 26 سالہ دکاندار شاکر اللہ خان نے کہا کہ ''اس سینٹر میں داخل ہونے کے بعد میرا بھتیجا بدل گیا ہے۔ اب وہ گھر پہنچنے پر سب سے پہلے سلام کرتا ہے اور اسے نماز سکھائی گئی ہے اور وہ چار سال کی عمر میں نماز پڑھتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایسے مراکز جاری رہیں جو ایسے اچھے بچے پیدا کر رہے ہیں جن کی ہمیں سوات کا اچھا مستقبل تعمیر کرنے کیلئے ضرورت ہے''۔

ان مراکز کی اچھی بات یہ تھی کہ یہاں بچوں کو حفظان صحت کے مطابق ماحول کے بارے میں سکھایا جاتا ہے اور انہیں بتایا جاتا ہے کہ بیت الخلا جانے کے بعد ہاتھ دھونا کس قدر ضروری ہے۔ بچوں کو تصاویر کے ذریعے بتایا جاتا ہے کہ ان پھٹے مارٹر گولوں یا گرینیڈ اور بموں یا بارودی سرنگوں کو چھونے سے اجتناب کیا جائے۔اس طرح کے ان پھٹے ہتھیاروں سے بعد از لڑائی حالات میں بچوں کو بھاری نقصان پہنچ چکا ہے اور ہم ایسی رپورٹیں پڑھتے رہتے ہیں کہ بچے ان پھٹے شیلوں یا بموں سے کھیلتے ہوئے جاں بحق ہوگئے۔ یہ سینٹر بچوں کو ایسے ہنر سیکھنے کا موقع بھی دیتے ہیں جس سے وہ اپنے آپ کو دوسروں پر کم انحصار کا اہل بنا سکیں ۔شبانہ اسحاق نے ایک 10 سالہ بچی کی بنائی ہوئی قمیض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ''ہم خصوصاً لڑکیوں کو سلائی مشینوں کا استعمال سکھا رہے ہیں جس کیلئے خود انہوں نے درخواست کی اور اب آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ان کی بنائی چیزیں سامنے موجود ہیں''۔

اس تمام کے باوجود کبل اور پیوچار جیسے علاقے موجود ہیں جنہیں طالبان کے ''ہیڈ کوارٹرز'' کہا جاتا تھا اور جہاں ابھی تک سول سوسائٹی کی تنظیموں کو ایسے مراکز قائم کرنے کیلئے سیکیورٹی کلیئرنس نہیں دی گئی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ کبل عسکریت پسندی سے بدترین طور پر متاثر ہونے والا علاقہ ہے اور جہاں ایسے مراکز کے قیام کی اتنی ہی زیادہ ضرورت ہے جتنی کہ کسی اور علاقے میں ہوسکتی ہے۔

یہ مراکز ان بچوں کو سکول میں داخل کرنے کی سفارش بھی کرتے ہیں جو ابتدائی بحالی کے بعد سکول جانے کیلئے تیار ہوں تاہم سکول کے بچوں کیلئے شام کی شفٹ میں ان مراکز میں آنے پر کوئی پابندی نہیں۔ بارادریش خیلہ مرکز کے سہولت کار اسد سبحان نے کہا کہ ''شام کی شفٹ میں ہمارے پاس صبح کے مقابلے میں زیادہ بچے ہوتے ہیں کیونکہ سکول کے بچوں کو ان مراکز میں اپنے لئے دلچسپی دکھائی دیتی ہے''۔

ہر مرکز کے ماحول کو رنگ برنگے پلے کارڈز' مختلف کارٹون کرداروں کی تصاویر' والی بال یا بیڈ منٹن کے نیٹ اور حفظان صحت کے مطابق عمدہ ماحول کے ذریعے بچوں کیلئے پرکشش بنایا گیا ہے جو گھر سے زیادہ تحفظ اطفال مرکز میں وقت گزارنا پسند کرتے ہیں۔ ہماری دیہی ثقافت میں ایسے خوش نما مقامات تلاش کرنا مشکل امر ہے اور اس کا سہرا ان تمام کو جاتا ہے جنہوں نے حفظان صحت کے حوالے سے ان ستھرے مراکز کو قائم کر رکھا ہے۔

یونیسف کو سلام پیش کیا جانا چاہئے جس نے سوات کے بچوں کو بچانے کی خاطر اس منفرد منصوبے کیلئے فنڈز بہم پہنچائے۔ ابتداء میں ان مراکز کو چھ ماہ کیلئے قائم کیا گیا جن کا آغاز اکتوبر 2009ء میں ہوا۔ تاہم اس کا ادراک ہونے کے بعد کہ حالات کی سنگینی اس سے کہیں زیادہ ہے جتنی کہ ابتداء میں تصور کی گئی، ان مراکز کے عرصہ کو دسمبر 2010 تک بڑھا دیا گیا۔ جہاں تک صدمے سے دوچار اور دیگر بچوں کی بحالی کا تعلق ہے اب تک اس میں پیشرفت ہوئی ہے تاہم ابھی بہت کچھ ہونا باقی ہے۔ بعد از لڑائی حالات میں سوات کے مکمل طور پر معمولی کی طرف لوٹنے تک ایسے کئی اقدامات کی ضرورت رہے گی۔

مضمون نگار ڈیلی ٹائمز کے پشاور کے بیورو چیف ہیں اور ان سے khattak63@gmail.com پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

2009 میں عورتوں کے خلاف تشدد کے 8548 واقعات سامنے آئے

عورت فائونڈیشن رپورٹ

عورت فاؤنڈیشن نے عورتوں پر تشدد کے حوالے سے 'تشدد کے اعداد وشمار کا ہئیتی جائزہ 2009' کے نام سے اسلام آباد میں اپنی رپورٹ پیش کی۔ یہ رپورٹ عورت فاؤنڈیشن کے پروگرام 'پالیسی اینڈ ڈیٹا مانیٹرنگ وائلنس اگینسٹ ومن' نے پاکستان میں عورتوں کے خلاف تشدد کے خاتمے کے پیش نظر تیار کی جس میں جنوری تا دسمبر 2009 کے دوران مختلف ذرائع سے اکٹھے کئے گئے اعداد وشمار شامل ہیں۔

رپورٹ کے مطابق ملک کے چاروں صوبوں اور دارالحکومت اسلام آباد میں سال 2009 کے دوران عورتوں کے خلاف تشدد کے مجموعی طور پر 8548 واقعات ہوئے۔

ان میں سے 5722 واقعات پنجاب میں سامنے آئے جبکہ صوبہ سندھ میں 1762، خیبر پختونخواہ میں 655، بلوچستان میں 237 اور اسلام آباد میں 172 واقعات سامنے آئے۔ ان میں سے تقریباً تمام واقعات کا اندراج ہو چکا ہے۔

ضلعی سطح پر ضلع لاہور نے سب سے بُری شہرت حاصل کی کہ اس میں عورتوں کے خلاف تشدد کے سب سے زیادہ واقعات رونما ہوئے۔ تشدد کے کل 8548 واقعات میں سے 910 واقعات صرف لاہور میں ہوئے اور یوں لاہور عورتوں کے خلاف تشدد کا 'کرائم کیپٹل' بن گیا۔ پچھلے سال بھی لاہور کا یہی درجہ رہا۔ لاہور کے بعد دوسرا نمبر فیصل آباد کا تھا جہاں عورتوں کے خلاف تشدد کے 742 واقعات پیش آئے۔ سرگودھا 473 واقعات کیساتھ تیسرے نمبر پر تھا۔ راولپنڈی میں 352، پشاور میں 310، گوجرانوالہ میں 290، شیخوپورہ میں 259، سکھر میں 243، ملتان میں 240، قصور میں 255، وہاڑی میں 171، اور ٹوبہ ٹیک سنگھ میں 159 واقعات ہوئے۔

رپورٹ کا تجزیہ بتاتا ہے کہ عورتوں کے خلاف تشدد کے سب سے زیادہ واقعات صنعتی اضلاع میں پیش آئے۔ جسکی وجہ غالباً شہری علاقوں میں گزراوقات کی روز بروز بڑھتی ہوئی قیمت ہے کہ جس کا نتیجہ عورتوں پر تشدد کی شکل میں نکلا۔

عورتوں کے خلاف تشدد کے واقعات کا تشدد کی قسموں اور صوبائی سطح پر انکی تعداد کا تقابلی جائزہ مندرجہ ذیل ہے:

☆ **قتل کے 1384 واقعات:**

(پنجاب میں 752، سندھ میں 288، خیبر پختونخواہ میں 266، بلوچستان میں 39 اور اسلام آباد میں بھی 39 واقعات سامنے آئے)۔

☆ **غیرت کے نام پر قتل کے 604 واقعات:**

(پنجاب میں 245، سندھ میں 284، خیبر پختونخواہ میں 14، بلوچستان میں 59 جبکہ اسلام آباد میں غیرت کے نام پر قتل کے دو واقعات پیش آئے)۔

☆ **اغواء کے 1987 واقعات:**

(1698 واقعات پنجاب میں، 160 سندھ میں، 64 خیبر پختونخواہ میں، 13 بلوچستان میں جبکہ اسلام آباد میں 52 واقعات)

☆ **گھریلو تشدد کے 608 واقعات:**

(پنجاب میں 271، سندھ میں 134، خیبر پختونخواہ میں 163، بلوچستان میں 22 جبکہ اسلام آباد میں 18 واقعات)

☆ **خودکشی کے 683 واقعات:**

(پنجاب میں 448، سندھ میں 176، خیبر پختونخواہ میں 43، بلوچستان میں 10 جبکہ اسلام آباد میں 6 واقعات پیش آئے)

☆ **زنا/اجتماعی زنا کے 928 واقعات:**

(پنجاب میں 786، سندھ میں 122، خیبر پختونخواہ میں 7، بلوچستان میں 4 جبکہ اسلام آباد میں 9 واقعات پیش آئے)

☆ **جنسی طور پر زدوکوب کرنے کے 274 واقعات:**

(پنجاب میں 227، سندھ میں 44، خیبر پختونخواہ میں صفر، بلوچستان میں 2 اور اسلام آباد میں ایک واقعہ پیش آیا)

☆ **چولھا پھٹنے کے 50 واقعات:**

(پنجاب میں 33، سندھ میں 10، خیبر پختونخواہ میں 4، بلوچستان میں ایک جبکہ اسلام آباد میں 2 واقعات)

☆ **تیزاب پھینکنے کے 53 واقعات:**

(پنجاب میں 42، سندھ میں 9، خیبر پختونخواہ میں ایک بلوچستان میں صفر جبکہ اسلام آباد میں ایک واقعہ)

☆ **تشدد کے 1977 متفرق واقعات:**

ان مخصوص قسموں کے علاوہ چاروں صوبوں اور اسلام آباد میں تشدد کے 1977 متفرق واقعات پیش آئے جس میں ونی/سوارہ، حراست میں تشدد، اذیت، خرید وفروخت، کم عمری کی شادیاں، قریبی رشتہ داروں سے زنا، تشدد کی دھمکی، جنسی طور پر ہراساں کرنے، اقدام قتل، خودکشی اور زنا شامل ہیں۔

سال 2009 میں رپورٹ ہونیوالے واقعات کی تعداد اور شرح کے موازنے کے لحاظ سے اغواء 1987 واقعات (23.25 فی صد)، قتل 1384 (16.9 فی صد)، زنا اور اجتماعی زنا 928 (10.86 فی صد)، خودکشی 683 (7.99 فی صد)، غیرت کے نام پر قتل 604 (7.07 فی صد) جبکہ عورتوں کیخلاف تشدد کے دوسرے واقعات میں جنسی زدوکوبی 274 (3.21 فی صد)، چولھا پھٹنے کے 50 (0.58 فی صد)، تیزاب پھینکنے کے 27 (0.60 فی صد) جبکہ تشدد کے متفرق واقعات کی شرح 23.13 فی صد تھی۔

سول سوسائٹی نے صنفی اصلاحات کے قومی ایجنڈے اور پروگرام کا جائزہ لیا

عورت فاؤنڈیشن کے ہیڈ آفس نے 'صنفی اصلاحات کا قومی ایجنڈا۔ ریاستی اثر پذیری اور احتساب' کے موضوع پر 8 جنون 2010 کو اسلام آباد ہوٹل میں ایک سیمینار کا اہتمام کیا۔ سیمینار میں شریک سول سوسائٹی کے کارکن، سیاسی جماعتوں کی کارکن، وزارت ترقی خواتین اور قومی کمیشن برائے مقام خواتین کے نمائندے اس بات پر متفق تھے کہ حکومت کو صنفی اصلاحات کے قومی ایجنڈے اور پروگرام کی بساط نہیں لپیٹنی چاہیے کہ یہ پروگرام خواتین کی مقامی حکومتوں کے نظام میں نمائندگی اور قومی افسرشاہی میں صنفی حوالوں کو متعارف کرانے کے ساتھ ساتھ زندگی کے باقی شعبوں میں بھی خواتین کی نمائندگی اور ترقی کیلئے ایک واضع پروگرام ہے۔

وزارت ترقی خواتین کی ایڈوائزر اور ممبر قومی اسمبلی محترمہ یاسمین رحمان، جنہوں نے اس سیمینار میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی، نے بتایا کہ جنڈر ریفارم ایکشن پلان (GRAP) کو ختم نہیں کیا جارہا۔ GRAP کی نیشنل پراجیکٹ ڈائریکٹر محترمہ ریحانہ ہاشمی نے کہا کہ صنفی اصلاحات کا پروگرام عمل صنفی حوالوں کو قومی سطح پر اجاگر کرنے کے حوالے سے ایک اہم پروگرام ہے۔

محترمہ یاسمین رحمان، محترمہ ریحانہ ہاشمی، جناب مختار جاوید، محترمہ انیس ہارون، چیئر پرسن قومی کمیشن برائے مقام خواتین (NCSW) اور جناب نعیم مرزا، چیف آپریٹنگ آفیسر عورت فاؤنڈیشن سیمینار میں شریک۔

بینظیر انکم سپورٹ پروگرام (BISP) کے ڈائریکٹر جنرل (آپریشنز) جناب مختار جاوید نے BISP کی نمایاں خصوصیات بتاتے ہوئے کہا کہ مالیاتی تعاون کے اس پروگرام کا بڑا فائدہ خواتین کو ہوگا۔

انہوں نے مزید بتایا کہ پچھلے دو سالوں میں بینظیر انکم سپورٹ پروگرام نے ایک شفاف عمل کے ذریعے خواتین میں 47 ارب روپے تقسیم کیے۔

عورتوں کے خلاف تشدد کی سالانہ رپورٹ 2009 پیش کردی گئی

عورت فاؤنڈیشن کراچی آفس نے PDW-VAW پروگرام کے تحت 'پاکستان میں خواتین کے خلاف تشدد۔ اعداد و شمار کا ہئیتی جائزہ' کے نام سے سال 2009 کی رپورٹ 21 مئی 2010 کو میریٹ ہوٹل کراچی میں ایک خصوصی میٹنگ کے دوران پیش کی۔

اس میٹنگ میں سپریم کورٹ کے سابق جج جسٹس (ریٹائرڈ) ناصر اسلم زاہد، سندھ کی صوبائی وزیر ترقی خواتین محترمہ توقیر فاطمہ بھٹو، انسپکٹر جنرل حوالات سندھ قادر تھیبو اور ماہر نفسیات عُنیزہ نیاز نے بطور ماہرین شرکت کی اور شرکاء کو قانون کے مختلف نقاط کے بارے میں آگاہ کیا۔ میٹنگ کے شرکاء کی جانب سے پیش کی جانیوالی سفارشات میں کہا گیا کہ قانون سازی کے ذریعے جنسی طور پر ہراساں کرنے سے متعلق وصول ہونیوالی تمام شکایات کے ازالے کیلئے ایک مخصوص وقت مقرر کیا جائے۔

(دائیں سے) محترمہ توقیر فاطمہ بھٹو، مہناز رحمان، قادر تھیبو اور شیریں خان رپورٹ پیش کرنے کے موقع پر۔

ڈاکٹر معصومہ حسن، بیگم شہناز وزیر علی کو لیڈر شپ ہینڈ بک پیش کرتے ہوئے۔ درمیان میں عورت فاؤنڈیشن کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر محترمہ نگار احمد بھی موجود ہیں۔

عالمی لیڈرشپ ہینڈ بک (اُردو) کی رونمائی

عورت فاؤنڈیشن نے عورتوں کی قائدانہ صلاحیتوں کیلئے عالمی سطح کی رہنماء ہینڈ بک کا اُردو ترجمہ 'پسند کی جانب' شائع کردیا جسکی تقریب رونمائی کا اہتمام 14 جون 2010 کو مارگلہ ہوٹل اسلام آباد میں کیا گیا۔ سماجی شعبے کیلئے وزیراعظم کی معاون خصوصی بیگم شہناز وزیر علی اس موقع پر مہمان خصوصی تھیں۔ سماجی محقق روبینہ سہگل، معاشرتی حقوق کی معروف رکن محترمہ امر سندھو اور تربیتی ماہر محترمہ زہرۃ الفاطمہ نے لیڈرشپ پر اس رہنماء ہینڈ بک کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ عالمی سطح کی اس ہینڈ بک کا اُردو ترجمہ ڈاکٹر معصومہ حسن نے کیا۔ اس ہینڈ بک کو عورتوں اور لڑکیوں کی قائدانہ صلاحیتوں میں اضافے اور تربیت کیلئے استعمال کیا جائے گا۔

سوات، کوئٹہ میں جنسی طور پر ہراساں کرنے کے قانون پر بحث

سوات: مذہبی تشدد کا شکار وادی سوات میں مقامی لوگوں، مقامی اور عالمی تنظیموں، میڈیا کے نمائندوں، وکلا، اساتذہ وغیرہ 'کام کی جگہ پر جنسی طور پر ہراساں کرنے کے قانون 2009' پر بحث و تمحیص اور مشورے کیلئے 24 جون 2010 کو، سوات کے سرینا ہوٹل میں اکٹھے ہوئے۔ اس مشاورتی ورکشاپ کا اہتمام عورت فاؤنڈیشن کے پشاور آفس نے کیا تھا۔

....

کوئٹہ: عورت فاؤنڈیشن کی کوئٹہ ٹیم نے PDW-VAW پروگرام کے تحت 26 جون 2010 کو سرینا ہوٹل میں جنسی طور پر ہراساں کرنے کے قانون اور ضابطہ اخلاق پر ایک مرکزی اجتماعی بحث (FDG) کا اہتمام کیا۔

محترمہ غزالہ گولا صوبائی وزیر برائے ترقی خواتین اور حبیب طاہر نے شرکاء کو جنسی طور پر ہراساں کرنے کے قانون اور ضابطہ اخلاق کے بارے میں آگاہ کیا۔ محترمہ غزالہ گولا جو اس موقع پر مہمان خصوصی بھی تھیں، نے اپنے اختتامی کلمات میں اس بات کا اعادہ کیا کہ وہ اس قانون کے حوالے سے وزارت ترقی خواتین اور دوسرے متعلقہ اداروں کیلئے ضابطہ اخلاق وضع کریں گی۔

محترمہ غزالہ گولا صوبائی وزیر ترقی خواتین، بلوچستان، مذکورہ قانون 2009 اور ضابطہ اخلاق پر بحث میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے۔

پنجاب اسمبلی میں عورتوں کیلئے قانون سازی کا ایجنڈا جاری کردیا گیا

عورت فاؤنڈیشن لاہور کی ٹیم نے پنجاب اسمبلی میں 'خواتین کے لئے قانون سازی ایجنڈا۔ موجود صورت حال اور مستقبل کو پیش قدمی' کے موضوع پر ایک صوبائی کانفرنس کا اہتمام کیا۔

یہ صوبائی کانفرنس 10 جون 2010 کو پرل کانٹینینٹل ہوٹل لاہور میں منعقد کی گئی۔ کانفرنس میں شریک خواتین پارلیمنٹیر ینز اور مختلف سیاسی جماعتوں کی نمائندہ خواتین نے اس عزم کا اظہار کیا کہ ملک میں خواتین کی سیاسی ترقی کیلئے وہ MFLO کے جائزے، مقامی حکومتوں کا قانون 2010، خواتین ورکرز کیلئے برابر معاوضے کے قانون، تحفظ زچگی قانون وغیرہ پر خاص توجہ دیں گی۔

اس موقع پر پنجاب اسمبلی کے سپیکر رانا محمد اقبال خان مہمان خصوصی تھے جبکہ محترمہ نازیہ راحیل، ایم پی اے (پی ایم ایل۔ن)، محترمہ نجمی سلیم، ایم پی اے (پی پی پی پی)، محترمہ سیمل کامران، ایم پی اے (پی ایم ایل) اور ڈاکٹر عصمہ ممدوٹ، ایم پی اے (پی ایم ایل۔ فنکشنل)، شریک گفتگو تھیں۔

پنجاب اسمبلی میں 'خواتین کیلئے قانون سازی ایجنڈا۔ موجودہ صورت حال اور مستقبل کو پیش قدمی' کے موضوع پر صوبائی کانفرنس کے شرکاء۔